فتاویٰ عثمانی کی اشاعت

ضبط وترتیب: مولانا محمد زبیر حق نواز

استاذِ محترم حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں۔ اللہ خالی نے آپ کو علم وفضل اور تقویٰ وطہارت کے جس بلند مقام سے نوازا ہے، عصر حاضر میں اس کی مثال نہیں ملتی، جدید وقدیم علوم میں مہارت نے جہاں آپ کو اکابر کے لئے قابلِ صدرشک شخصیت بنادیا ہے، وہاں علم، تواضع اور سادگی کے حسین امتزاج نے آپ کو عوام کے لئے ہر دل عزیز اور پرکشش علمی وروحانی شخصیت بنادیا ہے۔

آپ تصوف اور دعوت وارشاد میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اور عارف باللہ نرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی رحمہ اللہ کے علوم ومعارف کے ترجمان، اور علم فقہ، تفسیر اور علوم القرآن میں اپنے عظیم اور جلیل مدر والد ماجد مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے جانشین اور علم حدیث میں محدث العصر علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی علمی روایات کے حامل اور امین ہیں۔

دیگر علوم وفنون کی طرح فقہ اور فتویٰ کے میدان میں بھی اللہ تعالیٰ نے آپ سے بہت بڑا کام لیا ہے، اس سلسلے میں تکملہ فتح الملہم کی فقہی مباحث، بحوث فی قضایا فقھیہ معاصرہ، فقہی مقالات، احکام الاوراق النقدیۃ، عدالتی فیصلے، ملکیت زمین کی تحدید، وغیرہ فقہی میدان میں آپ کی نہایت اہم اور گراں قدر علمی وتحقیقی کتب ہیں، جدید مسائل میں آپ کی رائے کو عالم اسلام میں انتہائی مستند سمجھا جاتا ہے اور فقہی مجالس اور محاضرات میں آپ کی رائے کا نہ صرف پاک وہند میں بلکہ دنیائے عرب میں بھی خصوصی وزن محسوس کیا جاتا ہے۔

معاشیات کے میدان میں آپ ان چندگنی چنی شخصیات میں سرفہرست ہیں جن کی بدولت آج الحمدللہ دنیا میں اسلامی بینکنگ کا ایک بلاک وجود میں آرہا ہے، جس میں بفضل اللہ مسلسل ترقی اور پیش رفت ہورہی ہے۔ فقہی میدان میں آپ کی خدمات کا ایک بہت بڑا حصہ ہزاروں کی تعداد میں آپ کے لکھے ہوئے ان ''فتاویٰ'' کا ہے، جو آپ نے پچھلے پینتالیس سالوں میں تحریر فرمائے ہیں، مگر حضرت والا کی یہ عظیم الشان علمی، تحقیقی اور فقہی خدمت، شائع نہ ہونے کی وجہ سے نظروں سے اوجھل رہی اور اب تک منظر عام پر نہیں آسکی۔

اگرچہ آپ نے اپنی علمی صلاحیت کی بناء پر زمانۂ طالب علمی میں ہی فتاویٰ لکھنے شروع کردیئے تھے، (جس

میں ''رمضان میں نفل کی جماعت'' سے متعلق ایک مفصل تحقیقی فتویٰ وہ ہے جو آپ نے صرف سولہ سال کی عمر میں لکھا، جب کہ آپ ابھی ضابطہ کے فارغ التحصیل بھی نہیں ہوئے تھے بلکہ موقوف علیہ میں پڑھتے تھے) مگر درجۂ تخصص اور اس سے فراغت کے بعد آپ نے اپنے والد ماجدؒ کی زیرِ نگرانی باقاعدہ فتویٰ لکھنا شروع کیا اور اس وقت سے اب تک بحمدہ تعالیٰ یہ سلسلہ چل رہا ہے۔ اس پورے عرصے کے تقریباً تمام فتاویٰ دارالافتاء دارالعلوم کراچی کے نقلِ فتاویٰ کے قدیم وجدید رجسٹروں میں محفوظ ہیں مگر چونکہ بالکل ابتداء میں دارالافتاء میں فتاویٰ محفوظ رکھنے کا کوئی باقاعدہ اور منظم انتظام نہ تھا، اس لئے دارالافتاء کے بعض دیگر فتاویٰ کی طرح حضرت والا دامت برکاتہم کے شروع کے کچھ فتاویٰ بھی محفوظ نہ رہے۔ بہرحال اس کے باوجود حضرت کے ہزاروں خودنوشتہ فتاویٰ، نقلِ فتاویٰ کے مختلف رجسٹروں میں پھیلے ہوئے ہیں۔

بندہ کے دل میں حضرت کے فتاویٰ کو جمع وترتیب دینے کا خیال اس طرح پیدا ہوا کہ چند اہم عنوانات پر مشتمل ایسے فتاویٰ جو مفصل اور مدلل ہیں اور ان کی نشاندہی دارالافتاء کے نئے نظام کے مطابق تبویب کے رجسٹروں میں کی گئی ہے، ایک مرتبہ احقر نے ان چند فتاویٰ کو جمع کر کے حضرت کی خدمت میں پیش کیا کہ اگر انہیں شائع کر دیا جائے تو مناسب رہے گا، حضرت والا نے ان فتاویٰ کو دیکھ کر فرمایا کہ ''اگر سب فتاویٰ جمع ہو جاتے تو اچھا تھا''۔ احقر نے اسی وقت حضرت کے سامنے دل میں یہ عزم کرلیا کہ ان شاء اللہ بندہ یہ خدمت ضرور سرانجام دے گا۔ چنانچہ آج سے تقریباً چار سال قبل للہ تعالیٰ کا نام لے کر یہ کام شروع کر دیا۔

جب رجسٹروں سے یہ فتاویٰ جمع کرنا شروع کئے تو کئی مشکلات درپیش ہوئیں، مگر اس کے ساتھ ساتھ دلچسپ بات یہ ہوئی کہ ان فتاویٰ کو جمع کرنے کا داعیہ بھی مضبوط ہوتا گیا، ابتدائی طور پر مشکلات تو یہ پیش آئیں کہ پینتیس، چالیس سال پہلے یعنی رجسٹر اب اتنے بوسیدہ ہو چکے تھے کہ ان کے ایک ایک صفحے کو پلٹنا، دیکھنا اور پھر ان سے فوٹو لینا تقریباً ناممکن معلوم ہوتا تھا۔ جلدوں کو دیمک لگ چکی تھی، بیچ سے کئی کئی صفحات پھٹے ہوئے اور بعض بالکل غائب تھے، بچا کھچا جو مواد زمانے کی دست بُرد سے محفوظ رہا وہ انتہائی بوسیدہ ہو چکا تھا۔ ایسے خستہ رجسٹر بندہ خود فوٹو اسٹیٹ والے کے پاس لے جاتا اور گھنٹوں دکان پر کھڑے ہو کر انتہائی احتیاط سے ایک ایک صفحے کو پلٹ کر فوٹو اسٹیٹ کرواتا۔ مگر اس مشکل کے ساتھ ساتھ جو حیرت انگیز بات سامنے آئی وہ یہ کہ انہی خستہ اور بوسیدہ رجسٹروں میں حضرت والا دامت برکاتہم کے ایسے مفصل فتاویٰ موجود تھے جو اپنے موضوع پر جامع ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی محقق اور مدلل ہیں۔ اور چند ایسے موضوعات پر بھی حضرت کے تحقیقی فتاویٰ سامنے آئے جن پر دارالافتاء دارالعلوم کراچی کے کئی ساتھیوں کو فتاویٰ لکھتے وقت تحقیق کی ضرورت پیش آئی اور وہ ساتھی ہفتوں بلکہ مہینوں اس سلسلے میں پریشان رہے، جب کہ حضرت والا دامت برکاتہم کے اس ذخیرے میں ان موضوعات پر پہلے سے تیار شدہ محقق فتاویٰ موجود تھے، مگر پردۂ خفا میں ہونے کی وجہ سے ان سے استفادہ ممکن نہ تھا۔ جب اس طرح کے کئی فتاویٰ وقتاً فوقتاً سامنے آتے رہے تو دل میں یہ داعیہ شدید تر ہوتا گیا کہ

یہ اہم فقہی ذخیرہ فوری طور پر منظر عام پر آنا چاہیے، لہٰذا حتی المقدور جلد ہی سن ۱۳۸۲ھ سے اب تک کے فتاویٰ جمع کئے اور صرف وہی فتاویٰ جمع کئے جو حضرت والا دامت برکاتہم کے اپنے لکھے ہوئے ہیں، ورنہ وہ فتاویٰ جن پر حضرت کے تصدیقی دستخط ہیں وہ اس مجموعے سے کئی گنا زیادہ ہیں۔

حضرت والا دامت برکاتہم کے فتاویٰ کی اقسام: دراصل حضرت والا دامت برکاتہم کے فتاویٰ کو درج ذیل چار قسموں پر تقسیم کیا جاسکتا ہے، جن میں سے پہلی تین قسم کے فتاویٰ اس مجموعے میں شامل کئے گئے ہیں: (۱) وہ فتاویٰ جو دارالافتاء دارالعلوم کراچی سے باقاعدہ جاری کئے گئے اور دارالافتاء کے نقل فتاویٰ کے رجسٹروں میں ان فتاویٰ کا اندراج ہے۔ (۲) سن ۱۳۸۷ھ و ۱۳۸۸ھ کے زمانے میں ''البلاغ'' میں حضرت والا دامت برکاتہم کا ایک دلچسپ علمی سلسلہ ''آپ کے سوال'' کے عنوان سے چلا تھا، جس میں بہت سے لوگ ''البلاغ'' کی معرفت آپ کے پاس سوالات بھیجتے تھے اور حضرت ''البلاغ'' میں ان کے جوابات دیا کرتے تھے، ان میں بعض انتہائی مفصل اور محقق جوابات بھی ہیں۔ ''البلاغ'' سے وہ تمام فتاویٰ بھی اس مجموعے میں شامل کئے گئے ہیں، اور چونکہ ان فتاویٰ کا دارالافتاء کے رجسٹروں میں باقاعدہ اندراج نہیں ہوا تھا اس لئے ان فتاویٰ کا کوئی نمبر بھی موجود نہیں تھا، جو لکھا جاتا۔ تاہم حاشیہ میں ایسے فتاویٰ کی نشاندہی کردی گئی ہے۔ (۳) حسن اتفاق سے ان فتاویٰ کی جمع و ترتیب کے دوران حضرت والا دامت برکاتہم کو ایک دن اپنے گھر سے اپنے درجہ تخصص کے زمانے کی ''تمرین افتاء'' کی کاپی مل گئی جو حضرت نے احقر کو عنایت فرمائی۔ اس کاپی میں حضرت کے تحریر فرمودہ تمام فتاویٰ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ علیہ سے تصحیح و تصدیق شدہ ہیں۔ ان میں بعض مفصل اور مدلل فتاویٰ بھی ہیں۔ مثلاً اس پہلی جلد میں ''تطہیر اشیاء کے طریقوں کی تعداد اور تفصیل'' کے عنوان پر جو فتویٰ ہے وہ اسی کاپی سے لیا گیا ہے۔ اسی طرح دوسری جلد میں ''حج صرورہ'' سے متعلق ایک تفصیلی فتویٰ آنے والا ہے۔ اس کاپی کے تمام فتاویٰ بھی اس مجموعہ میں شامل ہیں۔ (۴) حضرت نے اپنے کئی متعلقین کو ان کے خطوط کے جوابات میں بھی کئی سوالات کے جوابات عنایت فرمائے ہیں مگر حضرت کے ذاتی نوعیت کے خطوط کا چونکہ دارالافتاء میں اندراج نہیں ہوتا لہٰذا ایسے فتاویٰ اس مجموعہ میں شامل نہیں ہوسکے۔

مذکورہ چار قسموں میں سے ظاہر ہے کہ کثیر تعداد پہلی قسم کے فتاویٰ کی ہے جو دارالافتاء سے جاری کئے گئے، ان سب کو اس مجموعے میں شامل کرنے کے بعد بھی یہ سمجھنا درست نہ ہوگا کہ یہ حضرت والا کے تمام فتاویٰ ہیں، کیونکہ رجسٹروں سے ان فتاویٰ کو جمع کرنے کے دوران ایک افسوس ناک بات یہ سامنے آئی کہ ۱۳۸۴ھ و ۱۳۸۵ھ کا زمانہ جو حضرت کے فتاویٰ لکھنے کا عروج کا زمانہ تھا اور اس وقت دارالافتاء دارالعلوم میں فتاویٰ کے نقل کا انتظام بھی موجود تھا مگر اس کے باوجود بعض ناقلین فتاویٰ نے کئی ضخیم رجسٹروں میں فتاویٰ نقل کرتے وقت فتویٰ کے آخر میں مجیب کا نام ہی نہیں لکھا، عجیب بات یہ ہے کہ ہر سوال کے بعد سائل اور مستفتی کا نام تو بالالتزام لکھا ہے مگر فتویٰ کے آخر میں مجیب کا نام چھوڑ

دیا۔ایسے رجسٹر جب سامنے آئے تو بہت افسوس ہوا کہ ان رجسٹروں میں کئی طویل اور مفصل و محقق فتاویٰ موجود ہیں، مگر مجیب کی تعیین وتمیز نہ ہونے کی وجہ سے اب یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ اس میں کون سافتویٰ کس شخصیت کا ہے؟ادھران فتاویٰ کے مجیب کی تعیین وتمیز کا اب کوئی راستہ بھی نہیں ہے۔حضرت والا دامت برکاتہم کے لئے اپنی بے پناہ علمی مصروفیات کی بناء پران رجسٹروں کے ایک ایک صفحے کو جانچنا تقریباً ناممکن ہے اور فتاویٰ نقل کرنے والے حضرات میں سے بعض کا اب انتقال بھی ہو چکا ہے، وہ ہوں بھی تو اب یہ تعیین مشکل ہے کہ کون سافتویٰ کس شخصیت کا لکھا ہوا ہے؟ ایسے فتاویٰ کی تبویب کا کام کرنے والے متخصصین کے مقالوں کو بھی دیکھا، ان حضرات نے بھی مجیب کی تعیین کے بغیران پرکام کیا ہے، لہٰذا مجبوراً ایسے رجسٹروں میں موجود حضرت کے کئی نامعلوم فتاویٰ بھی اس مجموعے میں شامل نہیں کئے جاسکے۔اب جب کبھی دارالافتاء دارالعلوم کے تمام عمومی فتاویٰ شائع ہوئے تو شاید ان میں یہ فتاویٰ بھی شائع ہوکر سامنے آسکیں۔لہٰذا بعض فتاویٰ، شروع میں نقل کا انتظام نہ ہونے کی بناء پراور بعض مذکورہ صورت حال کی بناء پر اس مجموعہ میں شامل نہیں ہوسکے، اس لئے یہ سمجھنا درست نہ ہوگا کہ یہ حضرت والا دامت برکاتہم کے تمام فتاویٰ ہیں۔

طریقۂ کار: پہلے مرحلے میں حضرت والا دامت برکاتہم کے دستیاب تمام فتاویٰ کو جمع کیا گیااور دوسرے مرحلے میں ان تمام فتاویٰ کوان کے موضوعات کے اعتبار سے الگ الگ کرکے فقہی ابواب کی ترتیب کے مطابق رکھا گیااوراس میں جس فتویٰ میں صرف ایک سوال اور جواب ہے اسے تو متعلقہ موضوع اور باب میں رکھنا آسان تھا، مگر بہت سارے فتاویٰ ایسے ہیں کہ ان میں مستفتی نے الگ الگ موضوع سے متعلق کئی سوالات کئے ہیں اوران میں ہرسوال، جواب کا باب اور موضوع الگ ہے، چونکہ ایک ہی کاغذ پر ہونے کی وجہ سے انہیں الگ الگ رکھناممکن نہ تھا، لہٰذا ایسے کئی فتاویٰ کو ہاتھ سے الگ لکھا گیا۔

جمع وترتیب کے بعد تیسرے مرحلے میں اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ ان فتاویٰ میں موجود حوالوں کی تخریج کی جائے، کیونکہ سن ۱۳۸۷ھ وغیرہ کے زمانے میں فتاویٰ شامیہ کا کوئی استنبولی نسخہ رائج تھا، جب کہ آج کل ''ایچ ایم سعید'' کانسخہ متداول ہے، لہٰذا اسی نسخے کے مطابق شامی کی عبارات کی تخریج کی گئی ہے، چنانچہ بعض جگہوں پر''ایچ ایم سعید'' کا پورا لفظ اور کہیں صرف ''سعید'' کا لفظ لکھا گیاہے، جس سے یہی مراد ہے۔اسی طرح تفسیر، حدیث اور فقہ کی دیگر کتب کا بھی یہی معاملہ ہے، لہٰذا ان کتب کے ان نسخوں کے مطابق تخریج کی گئی ہے جونسخے ہمارے دیار میں رائج اور متداول ہیں۔چنانچہ ہرعبارت کے شروع یا آخر میں کتاب کے نام کے ساتھ ساتھ مطبع وغیرہ کی بھی نشاندہی کی گئی ہے۔ ساتھ ہی علمی فائدے کے پیش نظر اس کی تائید میں مزید حوالہ جات بھی لگائے گئے ہیں، کہیں پر عبارات اور کہیں صرف دیگر فقہی کتب کے صفحہ نمبر وغیرہ کی نشاندہی کی گئی ہے۔

چوتھے مرحلے میں یہ کام کیا گیا کہ جہاں فتویٰ میں کوئی حوالہ موجود نہیں تھا، وہاں پر حاشیے میں اس فتویٰ کے حوالے لکھ دیئے گئے ہیں، اور تخریج وتعلیق اور اضافۂ حوالہ جات کا یہ سارا کام متعلقہ فتویٰ کے نیچے میں کیا گیاہے، اور

ترتیب یہ رکھی ہے کہ سب سے پہلے سوال، پھر جواب اور جواب میں جہاں جہاں ضرورت تھی وہاں حاشیہ نمبر لگایا گیا ہے، پھر اسی فتویٰ کے نیچے لکیر لگا کر حاشیہ میں حوالے اور عبارات درج کی گئی ہیں۔

اور ہر فتویٰ کے آخر میں تاریخ بھی درج کر دی گئی ہے، اور جس فتویٰ پر اکابر میں سے کسی کے دستخط ہیں وہاں ان حضرات کے نام ذکر کر دیئے گئے ہیں اور مصدق کے دستخط بھی چونکہ عموماً اسی تاریخ یا اس سے ایک آدھ دن بعد میں ہوا کرتے ہیں، لہٰذا مصدق کے نام کے نیچے تاریخ لکھنے کی ضرورت نہیں تھی، اس لئے صرف حضرت والا دامت برکاتہم کے نام کے نیچے تاریخ درج کی گئی ہے۔ تاہم چونکہ یہ سب فتاویٰ پرانے رجسٹروں سے فوٹو اسٹیٹ کرائے گئے تھے اور فوٹو اسٹیٹ کرتے وقت اصل توجہ فتویٰ پر رہی اور تاریخ بعض اوقات صفحہ کے ایک طرف دائیں یا بائیں حصے میں درج ہوتی تھی، اس لئے بعض فتاویٰ کی فوٹو اسٹیٹ میں تاریخ آنے سے رہ گئی، لہٰذا ایسے فتاویٰ میں اندازے سے تاریخ لکھی گئی ہے، لیکن ایسے فتاویٰ کی تعداد بہت کم ہے۔ ہر فتویٰ کے آخر میں تاریخ کے نیچے "فتویٰ نمبر" بھی لکھا گیا ہے، اس فتویٰ نمبر سے دارالافتاء دارالعلوم کراچی کے نقل فتاویٰ کے رجسٹروں کا نمبر مراد ہے اور یہ نمبر لکھنے کی غرض یہ ہے کہ اگر کبھی دارالافتاء کا کوئی ساتھی اصل کی طرف مراجعت کرنا چاہے تو بوقت ضرورت یہ مراجعت ممکن ہو۔ تاہم بعض فتاویٰ کی فوٹو اسٹیٹ میں "فتویٰ نمبر" نہ آسکنے کی بناء پر ایسے فتاویٰ کے آخر میں فتویٰ کا نمبر نہیں دیا جاسکا، مگر ایسے فتاویٰ کی تعداد بہت کم ہے۔

خصوصیات: ✪ چونکہ حضرت والا اپنے مزاج و مذاق کی بناء پر حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا ظفر احمد عثمانی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہم اللہ کی علمی روایات کے امین ہیں، لہٰذا ان حضرات کی طرح حضرت کے فتاویٰ کی بھی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں الحمد للہ تحقیق اور اعتدال کا وصف نمایاں ہے۔ ✪ اس مجموعے میں جدید مسائل پر بھی کئی فتاویٰ ہیں، پہلی جلد میں نسبتاً کم ہیں، جب کہ بعد کی جلدوں میں خصوصاً "فقہ المعاملات"، جس پر حضرت کو خصوصی دسترس حاصل ہے، سے متعلق کئی جدید فتاویٰ ہیں۔ ✪ ویسے تو عوام و خواص کے نزدیک حضرت والا کی رائے کو انتہائی محقق و مستند سمجھا جاتا ہے اور کسی فتویٰ کے مستند ہونے کے لئے حضرت کی تصدیق کو ہی کافی سمجھا جاتا ہے، مگر ان فتاویٰ کی ایک زائد خصوصیت یہ بھی ہے کہ ان میں سے کئی فتاویٰ پر مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ، حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب رحمہ اللہ، حضرت مولانا سحبان محمود صاحب رحمہ اللہ، حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے تصدیقی دستخط موجود ہیں، جس سے ان فتاویٰ کے درجۂ استناد میں مزید تقویت پیدا ہوجاتی ہے۔ ✪ فتویٰ میں حضرت والا دامت برکاتہم کے تحریر فرمودہ حوالہ جات اور اس کے ساتھ ساتھ حواشی میں ذکر کردہ عبارات اور حوالوں کی بناء پر عوام کے علاوہ اہل علم، خصوصاً اہل فتویٰ کے لئے بھی اس ذخیرے سے بھرپور علمی و تحقیقی استفادہ آسان ہوگیا ہے۔

احقر کی سوچ اور اندازے کے مطابق یہ کام بہت پہلے منظر عام پر آجانا چاہیے تھا، اس کی ترتیب، تخریج اور

اضافۂ حوالہ جات کا کام بھی بہت پہلے ہو چکا تھا، مگر کمپوزنگ میں اغلاط کی کثرت، اور بار بار کی تصحیح وغیرہ کی بناء پر یہ کام مؤخر ہوتا چلا گیا، بالآخر کافی عرصہ خود کمپوزر کے پاس بیٹھ کر تصحیح کروا کر پہلی جلد کا کام مکمل کیا، اس طرح یہ کام احقر کے اندازے سے تقریباً دو سال تأخیر سے منظر عام پر آرہا ہے۔ اس کے باوجود اس میں کہیں نفس مضمون کی، کہیں حوالے اور عبارت کی، اور کہیں کمپوزنگ کی غلطیوں کا امکان موجود ہے، اس طرح کی تمام تر غلطیوں کی ذمہ داری احقر پر ہے، حضرت والا دامت برکاتہم کی ذات اس سے بَری ہے۔ قارئین سے درخواست ہے کہ ایسی غلطیوں سے احقر کو مطلع فرمائیں تاکہ اگلے ایڈیشنوں میں ان کی تصحیح کی جاسکے۔

جلد اول کے پہلے ایڈیشن میں کمپوزنگ کی اغلاط کی کثرت تھی، جس پر جلد اول کے منظر عام پر آنے کے بعد کئی حضرات نے توجہ دلائی اب الحمدللہ جلد اول کے نئے ایڈیشن میں ان تمام غلطیوں کی اصلاح کر لی گئی ہے، جلد اول کے منظر عام پر آنے کے بعد توقع سے کہیں زیادہ اس کی پذیرائی ہوئی اور دنیا بھر سے خطوط و ٹیلی فون کے ذریعے قارئین نے اپنے تعریف وتحسین کے جذبات کا اظہار کیا۔ اور ساتھ ہی یہ سوال بھی بکثرت ہوتا رہا کہ اگلی جلد کب آرہی ہے؟ الحمدللہ تعالیٰ جلدِ ثانی کی تخریج وتعلیق، کمپوزنگ، تصحیح اور استاذ محترم شیخ الاسلام حضرت والا دامت برکاتہم کی نظر ثانی کے بعد اب جلد ثانی عنقریب منظر عام پر آنے والی ہے۔ جس میں زکوۃ، صوم، اعتکاف، نکاح، طلاق، وقف، **ایمان اور نذور** کے مسائل شامل ہیں۔ فتاویٰ عثمانی کی جلد اول پر استاذِ محترم شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے پیش لفظ بھی تحریر فرمایا جو درج ذیل ہے:

پیش لفظ: الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسوله الکریم وعلی آله واصحابه اجمعین اما بعد!

جب سے آنکھ کھلی، والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کے فیض سے گھر میں فتویٰ اور استفتاء کا چرچا دیکھا اور اسی کا نتیجہ تھا کہ بہت سے فقہی مسائل گھر کے ان تذکروں کی بنا پر یاد ہوگئے، لیکن کسی کو مسئلہ بتانے یا لکھ کر دینے سے دل ہمیشہ ڈرتا رہا اور مدرسہ میں پڑھنے کے زمانے میں کبھی یہ خیال بھی نہ آیا کہ کسی وقت فتویٰ لکھنے کی کوئی ذمہ داری سر پر آنے والی ہے۔ ۱۳۷۷ھ میں جب میں دارالعلوم کراچی میں ہدایہ اولین وغیرہ پڑھتا تھا اور میری عمر (قمری حساب سے) پندرہ سال تھی، شعبان ورمضان کی تعطیلات کے زمانے میں استاذ مکرم حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب رحمہ اللہ علیہ روزانہ ہمارے گھر پر تشریف لاکر فتویٰ کا کام کیا کرتے تھے، میں بکثرت ان کے پاس جا بیٹھتا اور ان کے لکھے ہوئے فتاویٰ پڑھتا رہتا۔ ایک روز حضرت نے ایک استفتاء مجھے دے کر فرمایا کہ ”بتاؤ اس سوال کا کیا جواب ہوگا“؟ مسئلہ طلاق کا تھا اور سیدھا سادھا تھا، میں نے صحیح جواب دے دیا، حضرتؒ نے فرمایا ”بس اب یہی جوب اس استفتاء پر لکھ دو“۔ جب لکھنے کا نام آیا تو میرا دل ڈرنے لگا، لیکن حضرت استاد نے ہمت بندھائی، میں نے

جواب لکھ دیا اور دستخط کی جگہ چھوڑ دی، حضرت نے اس تحریری جواب کی تصویب فرمائی اور خود دستخط فرما دیئے۔

اس کے بعد ۱۳۷۹ھ (مطابق ۱۹۵۸ء) میں حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب قدس سرہٗ کے پاس مشکوۃ شریف پڑھنی شروع کی تو حضرتؒ نے ترغیب دی کہ میں اور برادر مکرم حضرت مولانا مفتی محمد رفیع صاحب مدظلہم کتابوں سے مسائل کے جوابات نکالنے کی مشق کریں، چنانچہ اسی زمانے میں حضرتؒ کچھ سوالات دے دیتے تھے اور کتب فقہ سے ان کے جوابات نکالنے کا حکم دیتے، ہم کتابوں سے جوابات تلاش کر کے اکثر زبانی اور کبھی تحریری طور پر حضرتؒ کی خدمت میں پیش کرتے اور وہ ان کی تصویب یا اصلاح فرما دیتے۔

اسی سال جب شعبان و رمضان کی تعطیلات میں گھر جانا ہوا تو حضرت والد صاحب قدس سرہ کے پاس رمضان میں جماعت تہجد کے جواز و عدم جواز سے متعلق ایک استفتاء آیا ہوا تھا، اور حضرت والد صاحبؒ اس کا جواب تفصیل سے لکھنا چاہتے تھے، انہوں نے مجھے حکم دیا کہ اس مسئلے کے بارے میں کتب فقہ کی مراجعت کر کے متعلقہ عبارتیں جمع کروں۔ میں نے یہ عبارتیں جمع کیں اور حضرتؒ سے عرض کیا کہ ''اگر اجازت ہو تو ان عبارتوں کی روشنی میں جو مسئلہ سمجھ میں آرہا ہے، اسے بطور تجویز قلم بند کرلوں، پھر آپ ان کی اصلاح فرما دیں''۔ حضرتؒ نے اجازت دے دی اور میں نے اپنی بساط کے مطابق جواب لکھ کر حضرتؒ کی خدمت میں پیش کیا، جس پر حضرتؒ نے معمولی ترمیم و اصلاح کے بعد تصدیق فرما دی، یہ پہلا باقاعدہ فتویٰ تھا جو بندہ نے لکھا اور بعد میں شائع بھی ہوا۔

دورۂ حدیث کے سال میں بھی حضرت مفتی رشید احمد صاحب قدس سرہ کے پاس مسائل کے استخراج کی مشق جاری رہی، یہاں تک کہ دورۂ حدیث کے بعد باقاعدہ تخصص فی الافتاء میں حضرت والد صاحب قدس سرہٗ کے پاس فتویٰ نویسی کی مشق شروع کی۔ اسی وقت یہ اندازہ بھی ہوا کہ فتویٰ کا کام صرف جزئیات یاد کرنے یا کتابوں کی مراجعت کا نام نہیں ہے، بلکہ اس میں اور بھی بہت سے اصول مدنظر رکھنے پڑتے ہیں اور ان میں سے بہت سی باتیں ایسی ہیں جو لگے بندھے قواعد کے علاوہ مفتی کے اپنے ملکۂ فقہیہ اور اس کے مزاج و مذاق سے تعلق رکھتی ہیں جو صرف کتابیں پڑھ لینے سے حاصل نہیں ہوتا، بلکہ اس کے لئے کسی ماہر مفتی کی طویل صحبت کی بھی ضرورت ہے۔

تخصص کے بعد بھی دارالعلوم میں تدریسی خدمات کے ساتھ تقریباً روزانہ کچھ وقت دارالافتاء میں فتویٰ نویسی کے لئے مخصوص رہا اور اس طرح بفضلہ تعالیٰ حضرت والا صاحب قدس سرہ کی نگرانی و سرپرستی میں ۱۳۹۶ھ تک فتویٰ کی خدمت کا سلسلہ اس طرح جاری رہا کہ دارالافتاء کی مستقل ذمہ داری تو دوسرے مفتی حضرت کے سپرد رہی، لیکن کچھ وقت اپنا بھی لگتا رہا، اور جب کبھی ڈاک زیادہ جمع ہوجاتی یا فتویٰ لکھنے والوں کی کمی ہوتی تو حضرت والا صاحب قدس سرہ بندے کو کچھ عرصہ کے لئے تدریس کے علاوہ دوسرے کام چھڑوا کر فتویٰ کی خدمت پر لگا دیتے۔ حضرت والا صاحب قدس سرہ کی وفات کے بعد حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحبؒ مدینہ منورہ ہجرت فرما گئے اور برادر مکرم حضرت مولانا مفتی محمد رفیع صاحب عثمانی مدظلہم پر دارالعلوم کے انتظامی امور کی ذمہ داریاں آپڑیں، اور دارالافتاء کے بعض دیگر رفقاء

بھی اپنی مجبوریوں کی وجہ سے مستعفی ہوگئے اس لئے عرصۂ دراز تک دارالافتاء اور درجۂ تخصیص کی نگرانی کا کام بندہ کے سپرد رہا، اور خود فتویٰ لکھنے کے علاوہ درجۂ تخصص کے طلبہ کے لکھے ہوئے فتاویٰ پر نظر ثانی اور اصلاح کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ اس طرح مختلف زمانوں میں بندے کے لکھے ہوئے فتاویٰ دارالعلوم کے نقل فتاویٰ کے بہت سے رجسٹروں میں بکھرے ہوئے ہیں، مجھے کبھی یہ خیال بھی نہیں ہوا تھا کہ میں فتاویٰ کا کوئی مجموعہ مرتب کر کے شائع کروں۔ خیال یہ تھا کہ دارالعلوم کراچی سے جاری ہونے والے فتاویٰ کا جو مجموعہ زیر ترتیب ہے، اسی میں یہ فتاویٰ بھی آجائیں گے۔ لیکن عزیز گرامی مولانا محمد زبیر حق نواز صاحب نے۔ جو دارالعلوم کراچی ہی کے فاضل و متخصص اور اب ماشاء اللہ استاذ و رفیق دارالافتاء ہیں۔ اپنے طور پر میرے لکھے ہوئے فتاویٰ کو مختلف رجسٹروں سے جمع کرنا شروع کر دیا اور اس کام کا ایک معتد بہ حصہ مکمل کرنے کے بعد بندہ کو مطلع کیا، میں نے اس کو منجانب اللہ سمجھ کر کام کی تکمیل کی اجازت دے دی۔

ماشاء اللہ مولانا محمد زبیر صاحب خود ذی استعداد عالم ہیں اور انہوں نے نہایت عرق ریزی سے دارالعلوم کراچی کے پرانے رجسٹروں سے، جن میں بہت بوسیدہ ہو چکے تھے، فتاویٰ ڈھونڈ نکالے، اور نہ صرف ان کا انتخاب کر کے ان کو ابواب میں مرتب کیا، بلکہ ان کے حوالوں کی تخریج کا کام بھی بڑی جانفشانی اور سلیقے کے ساتھ انجام دیا، جس سے اس مجموعے کی افادیت بہت بڑھ گئی۔ دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کی اس محنت کو اپنی بارگاہ میں شرف قبول عطا فرمائیں اور ان کی عمر، علم اور عمل میں برکت عطا فرما کر انہیں مزید علمی و دینی خدمات کے لئے موفق فرمائیں، آمین۔ مجھے اپنی موجودہ مصروفیات اور اسفار کی کثرت کی بناء پر بہت وقتِ نظر سے تو ان فتاویٰ پر نظرِ ثانی کا موقع نہیں ملا، لیکن ان کا اکثر حصہ میں نے سرسری نظر سے دیکھ لیا، اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید رکھتا ہوں کہ ان شاء اللہ ان کی اشاعت فائدے سے خالی نہ ہوگی۔

اپنے مشائخ کی ہدایت کے مطابق فتویٰ لکھتے وقت اس ذمہ داری کی نزاکت اور سنگینی کا احساس رہتا ہے، اور اپنی بساط کے مطابق احتیاط کی بھی کوشش رہتی ہے، لیکن یہ ذمہ داری ہی ایسی ہے کہ ہر وقت ڈر بھی لگا رہتا ہے کہ کوئی غلطی قابل گرفت نہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ہی سے دعا ہے کہ اس ذمہ داری کی انجام دہی میں اگر کوئی غلطی ہوئی ہے تو اپنے فضل و کرم سے معاف فرما دیں، اور اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں شرف قبول عطا فرما کر اسے قارئین کے لئے نافع بنا دیں۔ آمین۔

اہل علم سے بھی درخواست ہے کہ اگر کوئی غلطی سامنے آئے تو بندہ کو متنبہ فرما دیں، انشاء اللہ حق واضح ہو جانے کے بعد اسے قبول کرنے میں تأمل نہ ہوگا۔ البتہ نصوص فقہیہ کی تعبیر و تشریح میں اختلاف رائے دوسری چیز ہے، جو ہر دور میں ہوتا رہا ہے، ایسے مواقع پر بھی بفضلہ تعالیٰ اپنے ذہن کو قوت دلیل کو قبول کرنے کے لئے ہر وقت آمادہ پاتا ہوں اور یہ دعا کرتا ہوں کہ: ''اللھم أرنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه''۔

بندہ محمد تقی عثمانی عفی عنہ، جامعہ دارالعلوم کراچی۔ ☆......☆